اسلامی فلسفہ سائنس کی تشکیل میں

پروفیسر سیلمان اشرف کا کردار

پروفیسر دلاور خان

ماہنامہ " معارفِ رضا" کراچی

مارچ 2017ء جلد 18، شمارہ 3، ص: 38-33

بشکریہ:۔ پروفیسر دلاور خان صاحب

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازی

اسلامی فلسفہ سائنس کی تشکیل میں پروفیسر سلیمان اشرف کا کردار

پروفیسر دلاور خاں

انسان کا وجود جس طرح لوازمات حیات کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح مقاصدِ حیات کے بغیر انسانی زندگی کا تصور بے معنی ہے۔ انسان اپنے مقاصد زندگی اپنے نظریۂ حیات سے اخذ کرتا ہے جو تصورالٰہ، تصورانسان اور تصور کائنات کا مجموعہ ہے یہ نظریہ حیات اس کا worldview کہلاتا ہے جو انسانی معاشرے کی منزل اوراس کی شناخت متعین کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے جس کے زیر اثر تمام نظام ہائے زندگی کی فکری تشکیل پاتی ہے جس سے معاشرے میں فکری وحدت وہم آہنگی جنم لیتی ہے جو معاشرے میں اتحاد، استحکام، امن اور خوشحالی کی ضامن ہے۔ کسی بھی قوم کے نظریات سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ دنیا میں وہی اقوام ترقی کی منازل طے کرتی ہیں جس کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس کے نظریہ حیات کی بھرپور عکاسی ہوتی ہو عوام سے قوم سازی تک کے سفر میں اس کا کلیدی کردار ہے اس کے برعکس وہ اقوام جو اپنے نظریہ حیات سے روگردانی کرتی ہیں وہ آہستہ آہستہ اپنی شناخت اور فکری وحدت سے دور ہوتی چلی جاتی ہیں جس کے نتیجے میں انتشار، انحطاط اور تباہی اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔ اس کا وجود صفحۂ ہستی سے معدوم ہوتا چلا جاتا ہے دوسرے الفاظ میں اقوام کی موت وحیات کا انحصار اس کے نظریۂ حیات کی معرفت اور عملی اطلاق پر ہے۔

اس تناظر میں قرآن کے مطالعہ سے حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس نے انسانیت کو روشن فلسفہ حیات عطا کیا پورا قرآن تصور الٰہ، تصور انسان اور تصور کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور یہی قرآن کا عالمی نصاب فلاح دارین ہے۔ یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے کہ ''قرآن کا موضوع انسان ہے'' جبکہ انسان اس کا مخاطب ہے اور اس کے موضوعات اِلٰہ، انسان اور کائنات ہیں اور یہی امت مسلمہ کا worldview ہے۔

قرآن کا تصور الٰہ، انسان اور کائنات دیگر مذاہب اور فلسفوں سے مختلف ہے مثلاً: ہندومت، عیسایت، یہودیت اور اسلام میں کئی اخلاقی اقدار مشترک ہوسکتی ہیں لیکن حدفاصل یہی نظریات (خدا، انسان اور کائنات) قائم رکھنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں ان نظریات میں کسی مذہب اور معاشرے کا کوئی اشتراک نہیں، جداگانہ معاشرے کا انحصار ان نظریات پر ہے جو جداگانہ معاشرتی تشخص کا باعث ہے۔

قرآن کا تصور کائنات دیگر مذاہب اور فلسفوں کی نسبت نہایت ہی وسیع ہے دیگر فلسفوں کا تصور کائنات محض ''عالم خلق'' تک محدود ہے اور ان کی پرواز یہاں پر آکر دم توڑدیتی ہے، جبکہ قرآن کا تصور کائنات محض ''عالم خلق'' تک محدود نہیں بلکہ اس کا ایک بڑا حصہ ''عالم امر'' پر بھی مشتمل ہے یعنی یہ تصور کائنات ''عالم خلق'' اور عالم امر'' کا جامع ہے جس سے اٹھارہ ہزار عالم سے پردہ اٹھتا ہے۔ قرآن کے تصورِ کائنات کے محض چھوٹے سے حصے ''عالم خلق'' سے کائناتی علوم پر مشتمل سائنس ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔

قرآن میں کائنات کی حیثیت اوراسے برتنے کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر سید سلیمان اشرف(سابق صدر شعبۂ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) لکھتے ہیں:

''ہم دیکھتے ہیں کہ عالم میں ہمارے سوا جس قدر مخلوق ہے خواہ وہ جمادیانبات یاحیوان ہوں، خواہ کائنات الجو (خلا کی دنیا) کے موجودات ہوں مثل سحاب وباراں وغیرہ، خواہ عالم علوی کی چیزیں ہوں مثل آفتاب، مہتاب، زہرہ، مشتری وغیرہ

سب کے سب ہماری خادم ہیں اور ہم مخدوم۔ ہر ایک سے ہماری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک سے ہم اپنا کام لیتے ہیں اور کام بھی اس طرح ہم ان سے لیتے ہیں کہ ان اشیاء کو کسی وقت اپنی خدمت کے عوض کا نہ تو کسی طرح خیال ہوتا ہے اور نہ ہم بالعوض ان کے کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کرسکتے ہیں۔ گویا کہ ہم سراپا مخدوم ہی مخدوم ہیں صرف ان کا استعمال میں لانا ان سے فائدہ حاصل کرنا یہی ان کی خدمت ہے۔ قرآن شریف ہمارے اسی تعلق کو یوں بیان کرتا ہے "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" پھر دوسری جگہ فرماتا ہے "وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ" ان آیات سے کرامت و خلافت انسان کی مسلّم ہو چکی، اب آگے بڑھیئے ارشاد فرماتا ہے "وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَ النَّھَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِہٖ" یعنی اللہ کے حکم سے ستارے، چاند، آفتاب، دن رات، سب تمہارے مسخر ہیں پھر فرماتا ہے "سَخَّرَ لَکُمْ. الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ" دریا وزمین، خشکی وتری، تمہارے لیے مسخر کردیئے۔ ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ عالم علوی تک کی پر شکوکت چیزیں ان کی مسخر ہیں خود وہ زمین جس پر انسان آباد ہے اور سمندر جو دنیا کو گھیر ہوئے ہے، یہ بھی انسان کے مسخر ہیں، ان چیزوں میں انسان اگر تصرف کرے تو اس کا پورا حق ہے۔"(۱)

عصری سائنس "عالم خلق" کو دو حصوں جان دار (living) اور بے جان اشیاء (Non living) میں تقسیم کرتی ہے پروفیسر صاحب نے سائنس کے بے جان اشیاء پر مشتمل حصے کی وضاحت قرآن کی روشنی میں کی کہ زمین وآسمان، شمس، قمر، بحروبر، رات دن اور ستارے یعنی "عالم خلق" کی تمام بے جان اشیاء تو انسان کی خادم ہیں اس کے زیر تصرف اور مسخر ہیں اور باقی رہ جاتی ہیں۔ جان دار اشیاء (Living Things) جو نباتات اور حیوانات پر مشتمل ہیں ان کی قرآن کی روشنی میں حیثیت اور انسان تصرف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وہ زمین پر نباتات وحیوان (living thigs) بھی ہیں شاید ان پر دست اندازی اور انتفاع کا دعویٰ غلط ہو اور یہ خود متصرف ہونے کی حیثیت رکھتے ہوں آیئے اس کا فیصلہ بھی کلام اللہ سے کرلیں:

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ۔

ہم افتادہ زمین پر پانی بہاتے ہیں اس سے زراعتیں پیدا ہوتی ہیں کچھ تو خود کھاتے ہیں اور کچھ تمھارے جانوروں کے چارے ہوتے ہیں، کیا میرے اس کرم کو نہیں دیکھتے ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ زمین جو کچھ اگاتی ہے وہ سب ہمارے ہی لیے ہے بعض کو ہم خود کھاتے ہیں اور کچھ حصے کو اپنے جانوروں کا چارہ بناتے ہیں اب رہے حیوان، ان کا فیصلہ کریجیئے:

"وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَ حِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةً وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝"۔

"خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ چوپائے میں نے تمہارے لئے پیدا کئے ہیں ان سے گوناگوں نفع حاصل کرتے ہو جاڑے کا سامان ان کے اون سے بناتے ہو، بعض کو ان میں سے کھاتے ہو، صبح کو وہ چرائی کو جاتے ہیں یا شام کو جب واپس آتے ہیں ان میں ایک قسم کا جمال دیکھتے ہو، تمھارے بوجھ کو ایک شہر سے اٹھا کر دوسرے شہر پہنچاتے ہیں جس کا لے جانا تم پر شاق ہوتا، گھوڑے خچر، گدھے، تمھارے سواری کیلئے پیدا کئے اور بہت چیزیں تمھارے لیے اللہ پیدا کررہا ہے جسے تم نہیں جانتے۔"(۲)

موصوف نے قرآن کریم کے تصور کائنات کے مختصر پہلو "عالم خلق" کی وضاحت قرآنی آیات کی روشنی میں فرمائی کہ کائنات کی جان دار اشیاء ہوں یا بے جان تمام کی تمام انسان کے زیر تصرف و مسخر ہیں کائنات خادم اور انسان سراپا مخدوم ہے اسی لئے کہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ الغرض کائنات انسان کے برتنے کی شے ہے نہ کہ پوجنے کی۔

آپ کائنات کے تجزیاتی مشاہدہ کی دعوت فکر دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عالم میں کس قدر چیزیں پائی جاتی ہیں خواہ جوہر ہوں یا عرض وہ دو حال سے خالی نہیں۔ بعض ایسی ہیں جن کا وجود ہماری قدرت واختیار میں ہے جیسے علم، صدق، دیانت وغیرہ وغیرہ اور بعض ایسی ہیں جن کا وجود ہماری قدرت واختیار میں نہیں جیسے آفتاب، زمین ضوء شمس وقمر وغیرہ وغیرہ۔ پہلے قسم کو فلسفہ عمل اور دوسرے قسم کے علم کو فلسفہ نظر (سائنس) کہتے ہیں۔۔۔۔ فلسفہ نظر سویہاں صرف علم موجب کمال نفس ہوتا ہے یعنی ایسے موجودات جن کا وجود ہماری قدرت واختیار میں نہیں ہے۔ ان حقائق کا علی القدرت طاقت بشری جاننا کمال نفس کے لئے کفایت کرتا ہے آج دنیا میں انہیں حقائق کے انکشافات (discoveries) کا نتیجہ ہے جو محیر العقول کرشمے تم دیکھ رہے ہو "فسبحان الذی علّم الانسان مالم یعلم" پس پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو وہ باتیں سکھا دیں جنہیں وہ نہ جانتا تھا"۔(۳)

اس اقتباس سے مسلم سائنس دان اور طالب علم کی قابلیت کے کمال کا اسلامی معیار تعین ہوتا ہے کہ وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے، کائنات کی تمام جان دار اور بے جان اشیاء کے حقائق کے اسباب و علل اور فوائد کو دریافت کر کے مسلم امہ کو اس قابل بنائے کہ وہ ترقی یافتہ اقوام کی سائنسی میدان میں قیادت وسیادت کر سکے۔ مشاہدہ کی نتیجہ خیزی "معرفت الٰہی" جو اسلامی سائنس کا اول مقصد ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے سید صاحب لکھتے ہیں:

"جس نے کائنات کے صحائف کا مطالعہ کیا ہو گا جمادیات وحیوانیات ان میں سے کسی کی صنعت (بناوٹ) کی طرف غور وفکر سے کام لیا ہو گا تو قدرت کے عجائبات نے اس کی عقل کو متحیر، فکر کو سراسیمہ (حیران) بنا دیا ہو گا اور بے ساختہ اس کے منہ سے یہ نکل گیا ہو گا۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ۔" (۴)

پروفیسر صاحب سائنس اور معرفت الٰہی کو لازم وملزوم قرار دے کر اسلامی فلسفہ سائنس کی تشکیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صبح کے وقت کسی چمن میں جاؤ وہاں کا سماں دیکھو سبزوں کا منہانا غنچوں کا شگفتہ ہونا مختلف پھولوں میں مختلف رنگ وبو کا پایا جانا۔ کیا یہ سب تمہیں اس طرف رہبری نہ کریں گے کہ عالم کا کوئی صانع ہے ایک گلاب کا پھول کیا۔ اس کی نزاکت اس کی باس اس کی رنگت پنکھڑیاں اس کی ان پنکھڑیوں کے ریشے کیا اپنے خالق کا پتہ نہیں دیتے یا اس کے کمال صنعت کو اپنے وجود سے ثابت نہیں کرتے: "صُنۡعَ اللّٰهِ الَّذِيۡۤ اَتۡقَنَ كُلَّ شَىۡءٍ" (یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو مستحکم بنایا ہے) کیا کسی نے آج تک ایک ایسا پھول بھی بنایا جو ان تمام صفات ظاہری وباطنی میں گلاب کے مانند ہو اور اسی طرح اپنے آپ میں روحِ نباتی رکھتا ہو۔ ہرگز نہیں۔ اطبا (ڈاکٹر) سے پوچھو تو تمہیں معلوم ہو کہ گلاب اپنے رنگ وبو حسن وجمال کے علاوہ کیا کیا خواص رکھتا ہے کتنے امراض میں کام آتا ہے اور کس کس طرح بہترین ادویات کا جزو بن کر صحت وراحتِ انسانی کا سبب ہوتا ہے کسی بڑے سے بڑے فلسفی سے التجا کرو یا کسی ماہر علم نباتات سے التماس لاؤ کہ ایک پھول بھی ایسا بنا دے جس میں گلاب جیسے اوصاف پائے جائیں۔ اچھا اگر تمام عمر کی کوشش سے ایک پھول اس نے بنا بھی لیا تو یہ خواص اس میں نہ ہوں گے۔

اور بغرض محال اگر اس میں خواص کچھ مان بھی لیے جائیں تو اس کے استعمال میں یہ تنوعات مفیدہ نہ پائے جائیں گے اور کچھ سہی مگر وہ حیات نباتی جو ایک گلاب کا پھول رکھتا ہے وہ کہاں سے پیدا ہو گی۔ ایک طرف ماہرانِ فن کا یہ عجز دوسری طرف اس قادر و قیوم کی قدرت کا یہ جلوہ کہ ہر صبح کو کروڑوں پھول اسی آب و تاب اُسی خواص وطبائع کے ساتھ چمنستانِ عالم میں شگفتہ ہو کر اپنے خالق کی تسبیح و تقدیس زبانِ حال سے کرتے ہوئے کچھ دیر اپنی بہار دکھا کر کل آنیوالوں کے لیے جگہ خالی کر رہے ہیں اور ایک غیر محسوس طرز پر اُسی کے پاس چلے جا رہے ہیں جس نے انہیں یہاں چند ساعتوں کے لیے بارونق بنا کر بھیجا تھا: ''فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ''۔(پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور تمام اشیاء اسی کی طرف لوٹتی جاتی ہیں)(۵)

اسی طرح آپ مسلم امہ کی سائنسی ذہن سازی کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ایک اور مثال پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ایک علم الابدان کے ماہر کو لو اور اس سے پوچھو کہ تشریحاتِ اعضائے انسانی میں اس کی عقل تو اورات کا مشاہدہ کرتے ہوئے کیسی متحیر رہ جاتی ہے۔ ایک ایک عضو اپنی صورت بلحاظ اپنے خواص اپنے افعال اور اپنے محل وقوع کس حکمت سے مخلوق کی گئی ہے۔ مثلاً آنکھ کی پہلی ساخت کی طرف غور کرو اس کی نزاکت کو دیکھو پھر اس کے محل وقوع پر نظر ڈالو پھر قدرت نے جو اس کے محفوظ رہنے کی تدابیر عمل میں لائی ہیں اسے سوچو اس کے بعد دیکھنے کے فلسفے پر نظر دوڑاؤ اور اس دیکھنے کے لیے خالق نے آنکھ میں کیا کیا کل پرزے بنائے ہیں اسے مطالعہ کرو پھر تم خود ہی کہہ اٹھو گے کہ سراپا حکمتوں سے مرصع وجود محض امتداد دہر (زمانہ درازی) یا اتفاقات ایام یا تنوعات حرکت کا نتیجہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ترتیب اور یہ نظام کسی بڑی قدرت والے ذی اختیار کام ہے بے شک: ''ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ''(۶)

علامہ صاحب کے سائنسی افکار سے ایک نہایت ہی اہم نکتہ جو سیکولر سائنس سے اسلامی سائنس کو ممیز و ممتاز کرتا ہے وہ مظاہر فطرت شناسی کے ساتھ ساتھ خدا رسی کا تصور ہے سائنسی میدان میں صرف اس سائنس میں مسلمانوں کے درد کا داماں ہے جو خدا تک رسائی کا زینہ ہو خلق میں محو ہو کر اس کے خالق کو فراموش کر دینا تمام سائنسی مسائل کی جڑ ہے آپ مطالعہ سائنس میں خلق اور اس کے خالق کی معرفت کو لازم ملزوم قرار دیتے ہیں یہی فکر اسلامی فلسفہ سائنس کی تشکیل کا نکتہ آغاز ہے۔

مسلمانوں کے سائنسی میدان میں پیچھے رہ جانے کا ایک بنیادی سبب قرآن کے تصور کائنات کے مطالعہ کا ناپید ہونا ہے اس مذہبی کوتاہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ اپنی کج فہمی کی بنیاد پر سائنسی تعلیم کے حصول کو غیر اسلامی سمجھتا ہے مطالعہ قرآن کے برعکس سائنس سے دور رہنا ہی عین اسلام قرار دیتا ہے اس فکر نے امت مسلمہ کو قرآن کی سیکڑوں تکوینی آیات سے مستفید ہونے سے محروم کر دیا۔ جبکہ مسلمانوں کا ایک قلیل طبقہ معرفت الٰہی سے عاری سائنس کے مطالعہ کا عادی ہے۔ یہ دونوں طبقات سیکڑوں قرآن کی تکوینی آیات سے انحراف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور یہ کسی طرح بھی مسلم امہ کے لوازمات حیات اور بقائے حیات کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکام دکھائی دیتے ہیں ان کی یہ کج فہمی مسلم امہ کے زوال کا باعث ہے۔ سید صاحب سائنسی تعلیم کو شجر ممنوعہ قرار دینے والوں کو مسلم امہ کے لیے سم قاتل سمجھتے ہوئے قرآن کی روشنی میں ان کی ذہنی، فکری اور مذہبی ترتیب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیا سائنس الٰہی، اس امر کو منکشف نہیں کرتا کہ کس چیز کو ہم کس طرح اپنے کام میں لائیں گے؟ اگر یہی بات ہے

اور ضرور یہی بات ہے تو میں ڈنکے کی چوٹ سے کہتا ہوں کہ تمدن و سائنس کی سنگِ بنیاد قرآن کریم کی ہی تعلیمات ہیں سائنس پڑھنا اس میں کمال پیدا کرنا، حقیقت مسخرہ مخلوق سے مستفید ہونا ہے اور ان کے مسخر ہونے کو بامعنی بنانا ہے کوئی وجہ اس کی نہیں کہ قرآن ہمیں جن امور کی طرف رہنمائی کرے جن سے بہرہ مند ہونے کی ترغیب دلائے ہم اسے مذہب کے خلاف سمجھیں پھر تو کھانا، پینا، پہننا، رہنا سب ہی دشوار ہو جائے گا۔" (۷)

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف مسلم امہ کی زبوں حالی کا مرض تشخیص کرنے کے بعد اس کا تریاق تجویز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب مسلمان اپنے دستور العمل سے جو خدا نے ان کے صلاح معاش و معاد کے لیے بھیجا تھا ہٹنے لگے تو سب خرابی آہستہ آہستہ ان میں آنے لگی۔۔۔ اب نہ علم ہی نہ تجارت نہ صنعت ہے نہ زراعت، ہائے ہائے کیا کر دیا اسلاف کے کارنامے پڑھ کر فخر و مباہات کرتے رہو، اس سے کیا ہوتا ہے۔"

عزیزو! جس طرح کل گذشتہ کا کھانا آج کی بھوک کو دفع نہیں کر سکتا اسی طرح گذشتہ اقبال کا تذکرہ آج ہمیں اقبال مند نہیں بنادے گا جس طرح میت پر نوحہ کرنے سے اس کی مراجعت نہیں ہوتی اسی طرح ہائے وائے کرنے سے وہ نعمت اسلامی واپس نہیں آتی:

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدی وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

ہاں اسی چیز کو پھر حاصل کرو جس کے طفیل سب کچھ آگیا تھا، بغیر اس کے ترقی محال ہے اور یہ استحالہ کا حکم میں نہیں دے رہا ہوں بلکہ قرآن کریم کا یہ فتویٰ ہے اور یہ وہ فتویٰ ہے جس کا مشاہدہ تم ہر روز ہر شخص کیا کرتے ہو: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ" ان جذبات کو جو ہمارے نفوس میں ودیعت کئے گئے ہیں جب تک ہم صحیح راہ اعتدال پر نہ لائیں گے ہر گز ترقی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔(۸)

نتیجہ: ان دلائل سے یہ نتائج ثابت ہوتے ہیں:

(۱)۔ مظاہر کائنات کے حقائق کو اپنی قابلیت کے مطابق جاننا کمال انسانیت ہے جو انسان کو حیوانیت سے ممیز و ممتاز کرتا ہے۔

(۲)۔ مظاہر کائنات میں غور و فکر کے نتیجے میں انسان کی زبان سے بے ساختہ زبان سے "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ" نکلتا ہے۔

(۳)۔ نظام کائنات میں نظم و ضبط اور ترتیب "ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" کی معرفت کی نشانی ہے۔

(۴)۔ اسلامی سائنس کا نتیجہ توحید والوہیت کا اعتراف ہے۔

(۵)۔ جس قدر انسان کا دائرہ سائنس وسیع ہو گا اسی قدر تمام حواس سے زائد مفید کام لے سکے گا۔

(۶)۔ کائنات کی ہر شے انسان کی خادم اور وہ سراپا مخدوم ہے۔

(۷)۔ مظاہر کائنات سے استفادہ کرنا ہی دراصل ان کی خدمت ہے۔

(۸)۔ کائنات انسان کے لیے مسخر اور زیر تصرف ہے۔

(۹)۔ سائنس اس امر الٰہی کو منکشف کرتا ہے کہ ہم اشیاء کو کس طرح کام میں لائیں۔

(۱۰)۔ سائنس پڑھنا اس میں کمال پیدا کرنا مسخر مخلوق سے فائدہ حاصل کرنے کی قرآن ترغیب دیتا ہے۔

(۱۱)۔ سائنس کی بنیاد قرآن حکیم ہے۔

(۱۲)۔ سائنس نے توحید و رسالت اور وحی و الہام سے کبھی بحث نہیں کی چہ جائے کہ سائنس ان باتوں کا انکار کرے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو گویا اس نے سائنس کو سمجھا ہی نہیں۔

(۱۳)۔ گوشہ اقبال کا محض تذکرہ کرکے ہم ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتے۔ یعنی مردے پر آہ وزاری کرکے اسے زندہ نہیں کیا جاسکتا۔

پس ثابت ہوا کہ پروفیسر مولانا سید محمد سلیمان اشرف نے اسلامی فلسفہ سائنس کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلم امہ کو سیکولر سائنس کے متبادل اسلامی سائنس کا قابل عمل ماڈل پیش کیا۔

پروفیسر صاحب کے اسلامی فلسفہ سائنس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے:

(۱)۔ قرآن کی تکوینی آیات کا مجموعہ تیار کیا جائے۔

(۲)۔ قرآنی سائنس کے مضمون کو دینی و عصر تعلیمی اداروں میں لازمی قرار دیا جائے۔

(۳)۔ عصری سائنس کی کتب و نصاب میں حسب ضرورت تکوینی آیات کے مطالعہ کو شامل کیا جائے۔

(۴)۔ ہر مدرسے میں قرآنی سائنس بورڈ قائم کیا جائے جس میں مسلم سائنس دان اور مفسرین شامل ہوں۔

(۵)۔ قرآنی سائنس کے ماہر کو معاشرے میں دینی مذہبی عزت و احترام دیا جائے جیسا کہ کسی مذہبی شخصیت کو دیا جاتا ہے۔

(۶)۔ قرآنی سائنس کے موضوع پر مدارس، اسکول، کالج اور جامعات کی سطح پر کانفرنس کا انعقاد کیا جائے۔

(۷)۔ قرآنی سائنس پر مشتمل ایک تحقیقی بین الاقوامی جرنل کا اجراء کیا جائے۔

(۸)۔ دینی مدارس سے نکلنے والے جرائد و رسائل میں ایک گوشہ ''قرآنی سائنس'' کا مختص کیا جائے۔

(۹)۔ قرآنی سائنس کے اساتذہ کی نظریاتی تربیت کے لیے ورکشاپ کا اہتمام کیا جائے۔

(۱۰)۔ اسکول، کالج اور جامعات میں تدریس سائنس کے دوران معرفت الٰہی کو اجاگر کیا جائے۔

(۱۱)۔ سائنس کے مطالعہ کو غیر اسلامی قرار دینے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

(۱۲)۔ علماء جمعہ کے خطبات و تقاریر میں قرآن کی روشنی میں سائنس کے مطالعہ کی اہمیت کو اجاگر کریں۔

(۱۳)۔ قرآنی سائنس کی تفہیم کے لیے دینی مدارس میں سائنس لیب کا قیام عمل میں لایا جائے۔

(۱۴)۔ مدارس میں قرآنی سائنس سے متعلق کتب پر مشتمل لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے۔

(۱۵)۔ قرآنی سائنس سے متعلق سوفٹ ویئر تیار کئے جائیں اور دینی مدارس کے طلباء کو ان کی تربیت دی جائے۔

(۱۶)۔ فقہ کی طرح قرآنی سائنس میں تخصص کرایا جائے۔

(۱۷)۔ فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت قرآنی سائنس کے کورسز کرائے جائیں۔

(۱۸)۔ قرآنی سائنس پر صوبائی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر کانفرنس کا انعقاد کیا جائے۔

(۱۹)۔ الشہادۃ العالمیہ کے مقالاجات میں قرآنی سائنس کے موضوعات کے تحقیقی مقالاجات تحریر کرائے جائیں۔

(۲۰)۔ قرآنی سائنس سے متعلق ویب سائٹ بنائی جائے۔

(۲۱)۔ قرآنی سائنس کے اصول و قواعد کو مدون کیا جائے۔

حوالہ جات:

۱۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، الخطاب، صفحہ ۲۱، ناشر ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔

۲۔ نفس المصدر سابق، صفحہ ۲۱۔

۳۔ نفس المصدر سابق، صفحہ ۳۔

۴۔ نفس المصدر سابق، صفحہ ۴۔

۵۔ نفس المصدر سابق، صفحہ ۵۔

۶۔ نفس المصدر سابق، صفحہ ۵۔

۷۔ نفس المصدر سابق، صفحہ ۲۲۔

۸۔ نفس المصدر سابق، صفحہ ۱۹۔